

کائنات

ناسا، یورپن سپسیس اچنسی، کینڈین سپسیس اچنسی اور سپسیس ٹیکنالوجی سائنس انسلیویٹ کے تمام سائنسدان دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ دنیا کے چوٹی کے ماہرین بالکل خاموش تھے۔ انہیں اپنی بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسٹروفزکس کے نامور ترین لوگوں کی نظریں سامنے لگی ہوئی سکرین پر مرکوز تھیں۔ جیمز ویب ٹیلی سکوپ کائنات اور وقت کے آخری حصوں میں جا کروہاں کی تصویریں بھج رہا تھا۔ سائنسدانوں کی فہم سے باہر کے مناظران کے سامنے آن کھڑے تھے۔ ایک کہکشاں نہیں، ان گنت مجموعہ کائنات کا وہ ظلسم جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جیمز ویب ٹیلی سکوپ تیرہ بلین نوری سال قبل کے اسرار کو دیکھ رہی تھی۔ تیرہ بلین نوری سال اس لئے دوبارہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ حقیقت ہیں۔ ٹیلی سکوپ ماضی بعید میں جا چکی ہے۔ ایک نوری سال، ہمارے چھٹریلین سالوں کے برابر ہے۔ یہ چھٹر کھرب سال بنتے ہیں۔ تیرہ کو چھٹریلین سالوں سے ضرب دے دیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ اس سائنسی تحقیق نے وقت، زمان اور مقام کی قیود کو توڑ کر کھڈا ہے۔ سائنسدانوں نے مل کر چند تصاویر عوام الناس کے لئے جاری کی ہیں۔ امریکی ادارے نے اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ جدت انسانیت کی فلاح کے لئے کام آئے گی۔ کسی رنگ، مذہب، خطہ اور نسل سے بالاتر یہ علم کی وہ بارش ہے جس سے تمام دنیا سرشار ہوگی۔ دوبارہ عرض کرتا چلوں، تمام معاملات ماضی کے تیرہ بلین نوری سال کے دورانیہ کی بابت عرض کر رہا ہوں۔

0723 Smacs پہلی تصویر تھی۔ صرف ایک تصویر میں ہزاروں کائناتیں سمجھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ پہلی بار اندازہ ہوا کہ ستارے کس طرح پیدا ہوتے ہیں اور کس طرح اربوں سال بعد دم توڑ ڈالتے ہیں ہیں۔ تصویر میں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی آفاقی مصور نے نیلے بھورے اور لال نکتوں سے کینوس بھر دیا ہے۔ مگر صاحبان خرد، ایک ایک نکتہ مکمل کائنات ہے۔ بھورے رنگ کا مطلب ہے کہ یہ کائنات ابھی مکمل نہیں ہو سکی۔ اس کے ستارے اور سیارے بن رہے ہیں۔ نیلے رنگ کے ڈاٹ بھر پورا اور بالغ کائنات کا پتہ دیتے ہیں۔ لال نکتے وہ تو انائی ہے جو نوزائدہ ستارے خارج کر رہے ہیں۔ ذرا رکیے۔ Carina Nebula کی وہ آفاقی تصویر جس میں بھورے رنگ کے پھاڑ، گہرے نیلے آزاد آسمان اور سفید موئی جیسے ستارے موجود ہیں۔ کرینا، زمین سے تقریباً آٹھ ہزار نوری سال دور ہے۔ اور وہ بھورے بھورے بھاڑ، دو حارکلو میٹر نہیں، دو ہزار کلو میٹر بھی نہیں بلکہ سات نوری سال قد و قامت کے ہیں۔ یہ عرصہ

لکھتے ہوئے کلیجہ مونہہ کو آرہا ہے کہ انسان سائنسی اور تحقیق کی کن کن منازل کو سرعت سے طے کر رہا ہے۔ آگے چلیے۔

یہ Stephan's Quintet کی تصویر ہے۔ یہ پانچ کائنات کا مجموعہ ہے۔ فلکی ماہرین نے اسے پہلی بار 1877ء میں حد درجہ دور سے دیکھا تھا۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ صرف محسوس کیا تھا۔ یہ تمام کائنات میں ایک دوسرے کے حد درجہ قریب ہیں۔ بلکہ جڑی ہوئی ہیں۔ ان میں ہزاروں نہیں لاکھوں ستارے موجود ہیں۔ متعدد نئے بنے والے ستارے مسلسل تو انائی کے طوفانوں کو خارج کر رہے ہیں۔ ستارے بھی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سٹیفن نام کے مجموعہ کی ایک کائنات زمین سے چار کروڑ نوری سال دور ہے۔ اور دوسرے مجموعہ جات تین کروڑ نوری سال کی طوالت پر ہے۔ نوری سال صاحبان نوری سال۔ ذہن گھبرا جاتا ہے۔ اتنے زیادہ دور۔ پھر آپ سائنس کی بولمنی دیکھے کہ اس مہیب فاصلے پر بھی فتح پار ہی ہے۔ تھوڑا سادل تھام کر دیکھیئے۔ یہ سدرن رنگ نیبولا Southern Ring Nebula ہے۔ اندھیرے میں سرخ اور سفید رنگوں کے غبارے دکھائی دے رہے ہیں۔ لگتا ہے کہ انارکی ایک کاش پڑی ہوئی ہے۔ اس کے ارد گرد سفید رنگ کے بڑے بڑے ہیوں دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ دراصل دم توڑتے ہوئے ستارے ہیں۔ جب ستارے ختم ہوتے ہیں تو اسی لمحہ ان گنت نئے ستارے بھی تکمیل کے معاملات سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ جیمز ٹیلی سکوپ کے پاس ان مجموعہ جات کی کیمسٹری جاننے کی اس طاعت موجود ہے۔ آخری تصویر کے ایک رخ پر ایک گراف سانظر آتا ہے۔ یہ WASP96b ہے۔ دراصل یہ گراف ہے، ہی نہیں۔ کسی نادیدہ قوت کی ای سی جی بھی نہیں ہے۔ یہ ستاروں اور سیاروں کی ساخت اور اس میں موجود اجزاء کی تصویر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کئی سیارے ایسے بھی ہیں جن میں پانی موجود ہے۔ اور زندگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ گزشتہ پانچ دنوں میں پوری سائنسی دنیا میں انقلاب آچکا ہے۔ ٹیلی سکوپ دھڑا دھڑا ایسی تصاویر بھیجاو رہی ہے جن سے سائنسدان سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سمجھ رہے ہیں اور پھر پوری نسل انسانی کو بتا رہے ہیں۔ کوئی امر بھی راز نہیں۔ کہکشاں اور کائنات کے تمام اسرار سائنس کے سامنے سر بسجود ہیں۔ علوم کے کئی نئے فلسفے جنم لے رہے ہیں۔ پرانی اور قدیم تھوڑیاں مردہ ہو رہی ہیں۔ آگے دیکھیے۔ کیا ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ ابھی کچھ بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

سائنس کے اس کرشمہ سے بھی بڑا کرشمہ ایک اور ہے۔ جس طرح پہلے ایک کالم میں لکھا تھا کہ جیمز ویب ٹیلی سکوپ تخلیق کرنے اور بنانے میں کوئی مسلمان ملک یا مسلمان شامل نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح آج کی تکلیف دہ صورتحال بھی ہے کہ موجودہ حمدہ ترین تحقیق میں کسی بھی مسلمان ملک نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ اسلامی ملک نہیں لکھ رہا۔

امیر تین مسلمان ملک نے ایک ڈالر بھی موجودہ فلکی تحقیق کو پروان چڑھانے کے لئے خرچ نہیں کیا۔ ہاں، سعودی عرب کے ولی عہد نے چار سو پچاس ملین ڈالر کی ایک پینٹگ ضرور خریدی ہے جو ڈی ونچی نے بنائی تھی۔ سعودی ولی عہد نے پانچ سو ملین ڈالر کا پر تیش بحری جہاز بھی خریدا ہے۔ جو بوری شیپلر کے پاس تھا۔ روس کا یہ کاروباری شخص ووڈ کا شراب بناتا ہے اور روس کے امراء میں شمار کیا جاتا ہے۔ سعودی عرب کا ذکر اس لئے کہ رہا ہوں کہ عام لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ مقدس مقامات کے خاد مین دراصل اندر سے کیا ہیں۔ اور وہ مذہبی فرائض کو کاروبار کی طرح کیونکہ استعمال میں لاتے ہیں۔ چلینے اس سے بھی صرف نظر کر لیجئے۔ ویسے ان معاملات کی طرف نہ دیکھنے کے لئے حد درجہ جہالت چاہیے۔ سعودی عرب چھوڑ یے۔ مسلمان ممالک کے بادشاہوں، شہنشاہوں، شاہی خاندانوں اور اکابرین نے میں الاقوامی سطح پر سائنس کے فروع کے لئے ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کیا۔ یہ دکھ کی بات نہیں۔ بلکہ یہ مرثیہ ہے کہ علم کی ترویج میں مسلمان دنیا کا کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنی دائمی جہالت پر راضی ہیں، بلکہ خوش ہیں۔

امریکہ، کینیڈا اور یورپ جس تخلیقی عمل سے گزر رہے ہیں۔ اس سے آنے والے وقت میں کیا اثرات ہوں گے؟ اس پر فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مسلمان ممالک کی زبوں حالی تو سب کے سامنے ہے۔ مگر ”اسلام کے قلعے“ یعنی پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ اس کو دیکھ کر دل بیٹھتا ہے۔ ناسا نے جیمز ویب بناؤالی۔ مگر ہم کیا بنار ہے ہیں۔ ہر روز ہر لمحہ ایک سے ایک بری خبر اور ادنیٰ واقعہ سامنے آتا ہے۔ جمہوریت والے انسانی حقوق کا راگ الاپ رہے ہیں۔ ہاں یاد آیا، ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے۔ مگر نہیں بتایا گیا کہ انتقام کس سے لینا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ یہ خوبصورت فقرہ تو عوام کے متعلق تھا۔ جمہوریت کا انتقام تو عام آدمی سے لیا جا رہا ہے۔ اندازہ فرمائیے کہ ہمارے اکابرین کتنے سفلی لوگ ہیں۔ ہم تو بارش کے پانی کو جدید طریقے سے گٹراورنالے میں نہیں ڈال سکتے۔ کراچی، اندورن سندھ، پنجاب، کے پی اور بلوچستان کے بارشی پانی سے جوتا ہی پچی ہے۔ دلیل ہے بلکہ ہمارے نظام کے خلاف فرد جرم ہے کہ ہمارے لیڈر ہمیں بے وقوف بنا کر صرف ناجائز پیسہ بنار ہے ہیں۔ اس دور جدید میں ہمارے مسائل بنیادی نہیں بلکہ اس سے بھی ادنیٰ ہیں۔ بھلی کا نہ ہونا کسی چیز کی غمازی کرتا ہے۔ ہر حکومت نعرہ لگاتی ہے کہ بھلی کا بحران ختم کر دیا۔ بعض میں پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تو بحران کو مزید قوت دی ہے۔ آنے والی نسلوں پر مزید بوجھ ڈالا ہے۔ گردشی قرضہ کو بھی صرف لوٹ مار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قائد جمہوریت کے دور میں، آڈیٹیٹ جنرل کو احاطت

تک نہیں دی گئی کہ گردشی قرضوں کا آڈٹ کر پائے۔ سینکڑوں ارب روپیے میل کر ہڑپ کر لیا گیا۔ ہاں یاد آیا۔ اس آڈٹر جزل کو جیل بھی بھیجا گیا۔ کیا لکھوں۔ اور کیا نہ لکھوں۔ بلکہ اب تو دل چاہتا ہے کہ کیوں لکھوں۔ مجھے بھی درباری بن جانا چاہیے۔ سیاسی گروہوں میں سے ایک میں شامل ہو جاتا تو سکون سے زندگی گزار سکتا تھا۔ ان سے میل جوں کیوں نہیں رکھتا۔ بہر حال اب تو ان کے سایہ سے بھی دور رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ال مناک بات یہ ہے کہ مغرب کائنات میں کوئی راز چھپانے کو آمادہ نہیں۔ سائنس بھر پور طور پر آگے بڑھ رہی ہے۔ تحقیق ہر امر کو مسخر کر رہی ہے۔ اور ہم اس جدت کے قریب بھی نہیں ہیں۔ بھلا۔ مسلمانوں کا سائنسی دنیا سے کیا تعلق۔ ہم تو دنیا میں صرف جنت کمانے آئے ہیں!